لیکن دو چار جملوں کے بعد وہ جلال میں آ گئے۔ خطابت کا دریا چڑھاؤ پر آ گیا وہ باقاعدہ تقریر کرنے لگے جیسے ان کے سامنے میں اکیلا نہ بیٹھا تھا بلکہ حاضرین کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔

کیا نظام تعلیم پر تیر برس رہے تھے: "یہ کیا نظام تعلیم ہے جو بے حسی کے سوا کچھ نہیں دے سکتا؟ جو دختران ملت کو نچوانے پر تلا ہوا ہے۔"

حکومت کے پرزے اڑ رہے تھے "تعلیم کم ہے تخصیص زیادہ ہے بیلٹی پر زور ہے قلندری نے خواجگی کی قبا اوڑھ لی ہے۔"

کچھ ملفوظ اقوال تھے مثلاً: "شہزادے تب بگڑتے ہیں جب وہ علماء سے منہ موڑ لیتے ہیں۔"

تعلیم کی غایت کو اسلام کے نظام عدل و معاش سے مربوط کرتے ہوئے فرمایا "اسلام اپنی ایک نئی دنیا پیدا کرتا ہے اسلام اپنی علیحدہ پہچان رکھتا ہے اسلامی معاشرے میں آدمی کا سماجی مرتبہ رنگ، نسل، دولت وغیرہ سے متعین نہیں ہوتا اعمال سے متعین ہوتا ہے۔"

ایک ذاتی سی فہمائش جو مجھے ہمیشہ یاد رہے گی یہ فرمائی "بیٹا! محرومیوں کے باوجود اپنی ذات پر اعتماد قائم رکھنا قوموں کی زندگی ایک تسلسل کا نام ہے اس تسلسل کو زندہ رکھنا!"

شاہ صاحب کے ایک ایک لفظ سے اضطراب وجدل کا دریا چھلک رہا تھا ان کی آواز دور دور تک جا رہی تھی لگتا تھا جیسے کوئی زخمی شیر دھاڑ رہا ہو۔

میں، بلکہ سارا ماحول، اس وقت شاہ صاحب کے سحر خطابت میں جھوم رہا تھا حقائق دل میں ترازو ہو رہے تھے ادب کا چشمہ ابل رہا تھا وہاں سے اٹھنے کو جی تو کیا چاہتا مگر ساتھ ہی ڈر لگ رہا تھا کہ اگر سی آئی ڈی نے پہلے چشم پوشی سے کام لیا بھی تھا تو اب ضرور دھر لے گی چنانچہ ایک مقام پر جیسے ہی ان کا آشوب دل ذرا دھیما ہوا میں اجازت لے کر آستانے سے باہر نکل آئے مگر بہت دور تک قدم اور دل بوجھل بوجھل رہے یہ ملال کا بوجھ تھا کہ دیکھو جو شخص اس ملک کی آزادی کے لئے اپنے خون جگر سے چراغ روشن کرتا رہا اس کے حجرے میں بتی نہ دیا ہے!

(بشکریہ اردو ڈائجسٹ دسمبر ۱۹۸۳ء)